افسانہ فدک

امام اہل سنت ، مناظرہ اسلام، حافظ

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ



ناشر

خلافتِ راشدہ اکیڈمی

اعظم کالونی خیرپور

افسانہ فدک

افادات

حضرت علامہ علی شیر حیدری نور اللہ مرقدہٗ

ترتیب وتدوین

مولانا طفیل احمد عثمانی

ناشر

خلافت راشدہ اکیڈمی لقمان خیر پور

نامِ کتاب: افسانہ فدک

افادات: علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین: مولانا طفیل احمد عثمانی

کمپوزنگ: ابن عباس عثمانی

اشاعت نمبر: اوّل

تعداد: ۱۵۰۰

صفحات: ۳۲

تاریخ اشاعت: شعبان ۱۴۳۷ھ (مئی 2016)

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض مرتب

خالق ارض و سماء جل جلالہ عم نوالہ کے انعامات کا شمار ممکن نہیں۔ اُس منعم حقیقی کا سب سے بڑا فضل اور احسان جناب نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کی صورت میں کائنات رنگ و بو کو دیعت ہوا۔ آنجناب ﷺ کو کتاب رشد و ہدایت عطا فرمائی گئی جو قیامت تک آنے والے انسانوں کی دنیوی اور اخروی فلاح کی ضامن ہے۔ تمام ادیان اور مذاہب میں جو مقام اور شان دین اسلام کو حاصل ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ اسلام اللہ تعالی کا آخری اور مکمل دین ہے۔ اہل باطل نے اسلام کو مٹانے کی ہر طرح کوشش کی۔ کبھی جنگ و جدال کی صورت میں تو کبھی اعتراض والزام بازی کی صورت میں۔ لیکن اسلام ہمیشہ کامیاب و کامران رہاہے۔ انہی اعتراضات میں سے ایک اعتراض باغ فدک کے نام سے اہل اسلام (صحابہ کرامؓ) پر کیا جاتا ہے۔ اسی اعتراض کا جواب ہر دور میں اہل علم نے دیاہے۔ اس دور میں اہل اسلام (صحابہ کرامؓ) کا دفاع کرنے کا حق اگر ادا کیاہے تو وہ ہے مناظرہ اسلام امام اہلسنت حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ۔ حضرت حیدری شہیدؒ نے درس تدریس میں واعظ تقریر میں اہل باطل کا خوب اپریشن کیا۔ حضرت حیدری شہیدؒ کے درس

وتدریس میں سے ایک درس تحریر کیا ہے۔ جسکا نام "افسانہ فدک" رکھا ہے۔ میں اِن تمام دوست واحباب کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنہوں نے میری ہمت افزائی کی۔ ان محسنوں میں خاص کر سید ارشد علی شاہ صاحب مولانا عبد الجبار حیدری صاحب مولانا ثناءاللہ حیدری صاحب اور حضرت مفتی اسد اللہ شیخ صاحب کا، جنہوں نے قیمتی آراء بھی دی اور ایک ایک لفظ چیک کر کہ میری اصلاح بھی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس حقیر کوشش کو قبول فرما کر اسے نافع بنائے اور راہ صواب کی طرف رہنمائی فرمائے (آمین) والسلام

ابو طلحہ طفیل احمد عثمانی

افسانہ فدک

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيّٖنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن۔ اَمَّا بَعْدُ۔۔۔۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم۔۔۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم۔۔۔ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ (سورہ الحشر آیت ۷) اللهم صلى على سيدنا ومولنا محمدن النبى الامى وعلى اله وصحبه وبارك وسلم عدد خلقك ورضا نفسك ومداد كلمتك وزنة عرشك دائماً ابدًا ابدًا۔۔۔۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

آج درس میں جو سامنے روایت آرہی ہے اس پر گفتگو کریں گے اور جو اعتراض شیعہ بخاری شریف سے پیش کرکے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر تبرا کرتے ہیں اس روایت کے متعلق آج بیان ہوگا اوراس روایت کا خلاصہ جو شیعہ بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ:

اعتراض ا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میراث کا حصہ مانگا اور کاگکہ جو ہمارا حصہ بنتا ہے ہمیں دیا جائے۔ اورفدک کی زمین بھی مانگی تو ابوبکر صدیقؓ نےوہ زمین نہیں دی۔

جواب

تواس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خود سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے معاملے میراث میں وراثت نہیں چلتی یعنی سارے انبیاء کے مال میں میراث نہیں چلتی۔ جو بھی ہم چھوڑیں گے وہ صدقہ ہو گا یعنی ہمارا ترکہ بیت المال میں جمع ہو گا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ تقسیم نہیں ہو گا۔ ہاں البتہ جن امور کا متولی پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تھے اوراب میں ہوں تو جس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم چلایا کرتے تھے میں بھی اسی طرح چلایا کرونگا۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرونگا۔ توسیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کوسیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنایا اور سیدہ رضی اللہ عنہا مطمئن ہو گئیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات

وہاں بڑی تفصیل سے یہ بات کی کہ اے دختر رسول میری ذاتی ملکیت جو بھی ہے اس میں آپ کو میں اختیار دیتا ہوں جس طرح چاہیں آپ اس میں تصرف کریں لیکن اس فدک کے معاملے میں مجبورہوں کہ یہ بیت المال کی ملکیت ہے سرکاری ہے اس میں کوئی معاملا آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ اس کا میں کسی کو مالک نہیں کرسکتا۔

بلکہ جس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے میں بھی اُسی طرح عمل کرونگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں کرتے تھے کہ اپنے اہلبیت علیہم السلام کے

پورے سال کا خرچہ نکال کر باقی جو بچتا تھا وہ خیرات صدقات اور امور مسلمین میں لگادیتے تھے تو میں بھی اسی طرح کرونگا۔ تواس طرح صدیق اکبر کے کہنے سے اور حدیث رسول ﷺ سن کر سیدہ فاطمہؓ مطمئن ہو گئیں اور پھر اس فدک کے معاملے میں دوبارہ کبھی کلام نہیں کیا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسی طرح تھا جس طرح رسول پاک ﷺ کے دور میں چلتا رہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی اسی طرح چلتا رہا۔

اعتراض ۲

بیبی فاطمہؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں اور پھر وفات تک بات نہیں کی۔ [**فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى مَاتَتْ**]

جواب

یہ بات شویں نے صرف اس لئے کی ہے اور اس پر زور دیتے ہیں کہ سیدہ ناراض ہوگئی تاکہ ہم اگلی بات فٹ کرسکیں کہ جس پر سیدہ ناراض ہیں اس پر اللہ کا رسول ناراض ہیں لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہم جو کہہ رہیں ہیں کہ سیدہ ناراض ہوگئی۔ تو سیدہ ناراض کیوں ہوئی؟ کیا نبی پاک ﷺ کی حدیث سنکر کوئی مسلمان ناراض ہوسکتا ہے؟ جب عام مسلمان ناراض نہیں ہوسکتا۔ (توسیدہ ناراض کیوں ہوگی؟ اور اگر شیعہ کی بات مانے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ) نعوذ باللہ سیدہ کو مال کا اتنا شوق تھا کہ اس

مال کی محبت میں آگے حدیث سنائی گئی تو اس پر بھی ناراض ہوگئی؟ یہ تو الٹا سیدہ پر طعن بنتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر تو کوئی طعن نہیں بنتا، کیوں کہ اگر یہ ناراضگی ہے تو پر بناراضگی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے، کیونکہ فیصلہ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہوا ہے۔ تو بجائے اس پر کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے شیعوں نے خود سیدہ پر طعن کرڈالا۔ اور پھر کہتے ہیں کہ سیدہ جب ناراض ہوگئی تو اللہ ناراض ہوگیا اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوگیا۔ ہم کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ ناراض ہوئی ہی نہیں ۔اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ اس بات پر سیدہ فاطمہؓ ناراض ہوئی ہیں، تب بھی اس میں صدیق اکبرؓ کا توکوئی قصور نہیں ہے کیوں کہ سیدنا صدیق اکبرؓ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے آگے معذور ہیں۔ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے سے کوئی ناراض ہوتا ہے تواس کی مرضی ہے۔ اس میں صدیق اکبر پر تو کوئی گرفت نہیں آتی اور اگر شیعہ کی یہ بات مان لی جائے کہ سیدہ ناراض ہوگئی تو اس کا مطلب ہے کہ نعوذ باللہ سیدہ فاطمہؓ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو قبول نہیں کرتیں۔ شیعہ کا یہ الزام اور طعن تو خود سیدہؓ پر لگتا ہے نہ کہ صدیق اکبرؓ پر۔جبکہ ہم کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہؓ ناراض ہوئی ہی نہیں تھی۔ (اور اگر بالفرض مان بھی لیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ اس بارے میں حضرت صدیق اکبرؓ سے رنجیدہ یا غصہ یا ناراض بھی ہوئیں، تب بھی اس سے حضرت صدیق اکبرؓ کا قصوروار ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ

ممکن ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کسی غلط فہمی کی بنا پر حضرت ابو بکرؓ کو قصور وار سمجھ کر ناراض ہوگئی ہوں۔ جیسے کسی خیال کی بنا پر انبیاء ومرسلین کو غصہ پیش آجاتا ہے حالانکہ وہ بالیقین معصوم ہوتے ہیں جیسے حضرت موسیٰؑ کا حضرت ہارونؑ پر غصہ ہونا قرآن کریم میں مذکور ہے۔ پس جس طرح حضرت موسیٰؑ اورحضرت ہارونؑ دونوں کے دونوں ماجور معذور اور بے قصور تھے اسی طرح اس میراث کے مقدمہ میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ دونوں بے قصور اور دونوں ماجور ہیں۔) (سیرت المصطفیٰ ﷺ ج ۳ صفحہ ۱۵۸ کاندھلوی)

اعتراض۳

کہتے ہیں کہ بیبی صاحبہؓ دربار خلافت میں آئی اور بہت ہی اصراراوربڑے دلائل اور احتجاج کے ساتھ باتیں کی۔ لیکن آگے سے نہیں مانا گیا اور بڑی لمبی تفصیل بیان کرتے ہیں پھر آج کل جو دلائل اُن سے بن پڑتے ہیں وہ سارے وہاں بیان کرتے ہیں کہ بیبی صاحبہ نے یہ بھی دلیل دی یہ بھی دلیل دی۔

جواب

(سیدہ فاطمہ دربار خلافت میں خود نہیں آئی تھی کیوں کہ) یہاں ایک روایت میں لفظ **أَرْسَلَتْ** موجود ہے جسکی معنٰی ہے پیغام بھیجنا، اب جس روایت میں لفظ **جائت** ہو گا تو وہ مجازاً ہو گا جیسے کہا جاتا ہے کہ ہم اس کورٹ

میں آئے ہیں اور اُس کورٹ میں گئے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ان کا مقدمہ یا ان کی بات وہاں گیذہے باقی اس میں جو شیعوں کا استدلال تھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عناٹدبار خلافت میں آئی ہیں۔ تو اس کے لئے عرض ہے کہ حدیث میں لفظ **أَرْسَلَتْ** موجود ہے جس کے معنٰی ہیں پیغام بیجنا ۔(خود) آنے کا تو سوال ہی نہیں اور جس حدیث میں لفظ **جائت** ہے اس کو مجازً سمجھا جائیگا، ضروری نہیں ہے کہ وہ **جائت** ہی ماناجائے لہٰذا **جائت** مجازًاہے **أَرْسَلَتْ** حقیقتًا ہے یعنی سیدہؓ گئی نہیں بلکہ بات پہنچائی ہے (توجس روایت میں سیدہؓ کے سوال کرنے اور جانے کا ذکر ہے وہ مجازی طور پر ہے کیونکہ واقعہ ایک ہے یعنی جو کسی کے حکم سے کیا جاتا ہے، اس کام کو اس حکم کرنیوالے کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے نہر نکالی ہے یا سڑک بنائی ہے۔ تو خود بادشاہ نہ تو نہر نکالتا ہے اور نہ سڑک بناتا ہے بلکہ مزدور ومستری یہ کام کرتے ہیں بادشاہ کے حکم کی وجہ سے وہ کام اس کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں بھی سوال کرنے یا آنے کا جو ذکر سیدہؓ کے متعلق ہے وہ بطور مجاز اور حکم دینے اور آدمی بھیجنے کے ہے۔

(ازالۃ الشک عن مسئلۃ فدک از علامہ تونسویؒ)

اعتراض ۴

«فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِنِّی، فَمَنْ أَغْضَبَھَا أَغْضَبَنِی» فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہؓ کو دکھایا اس نے مجھے دکھایا۔ گویا نعوذ باللہ ابو بکرؓ نے فاطمہؓ کو دکھایا تو رسول اللہ ﷺ کو دکھایا۔ رسول پاک ﷺ کو جو دکھ پہنچے اس کے لئے پھر جو بھی وعید ہے وہ بیان کرتے ہیں اسی طرح بیان کرکے یہ تبرا کرتے ہیں۔

فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے

جواب

یہ جو حدیث پڑھتے ہیں کہ فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے یا میرے جسم کا حصہ ہے **بِضْعَۃٌ مِنِّی فَمَنْ أَغْضَبَھَا أَغْضَبَنِی** نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جس نے فاطمہؓ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ یہ ارشاد آپ ﷺ نے کس جگہ پر فرمایا تھا؟ اور اس حدیث کا مصداق کون تھا؟

تو درحقیقت یہ حدیث نبی کریم ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب نبی پاک ﷺ کو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ شادی کر رہے ہیں تو اس پر سیدہ فاطمہؓ بہت ناراض ہوئی اور حضرت علیؓ کی شکایت رسول پاک ﷺ کے گوش گذار کی۔ تو نبی پاک ﷺ بھی حضرت علیؓ پر ناراض ہوگئے اور آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ، ''فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے

ایذاء پہنچائی اور اللہ کی قسم! اللہ کے دشمن کی بیٹی اوراللہ کے رسول کی بیٹی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی اور اگر علیؓ کو ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو فاطمہؓ کو طلاق دیدیں پھر اس کی مرضی جو چاہیں کریں لیکن ابوجہل کی بیٹی میری بیٹی کے ساتھ نہیں رہ سکتی" (شیعہ کتاب جلاءالعیون بحوالہ آفتاب ہدایت صفحہ ۳۴۳) جب یہ ارشاد فرمایا گیا تھا تو اس وقت سیدہ فاطمہؓ کو تکلیف کس نے پہنچائی؟ جس کے لئے یہ فرمایا گیا تھا **أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِی**۔ اگر حضرت علیؓ کو اس روایت سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا تو حضرت ابوبکرؓ کو کیوں پہنچے گا؟ اگر پہچناوہی ہے تو پہلے حضرت علیؓ کو پہنچتا ہے۔

پھر حضرت سیدہ فاطمہؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حدیث سنائی ہے اور آپ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ناراض ہوگئی۔ لیکن (بقول شیعہ) حضرت علیؓ پر تو (بی بی صاحبہؓ) ویسے ہی ناراض رہتی تھی۔ الزامی جواب جو شیعہ کی کتابوں سے ثابت ہے کہ کئی واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیبی فاطمہؓ ناراض رہتی تھی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سمجھانے آئیں ہیں کہ دیکوو فاطمہؓ اس طرح نہیں کرتیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کو سمجھایا ہے (شیعہ کتاب جلاءالعیون جلد ۱ ص ۲۱۲)

اورحضرت فاطمہؓ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراضگی کے واقعات کئی شیعہ کتب میں موجود بھی ہے۔ تو پھر اگر حضرت سیدہ فاطمہؓ کی

ناراضگی کی وجہ سے کوئی معاملہ ہوتا ہے تو وہ سب سے پہلے حضرت علیؓ کے لئے ہوتا ہے تو جو جواب وہاں ہوگا وہی جواب یہاں بھی ہوگا۔ اور صدیق اکبرؓ نے عمل تو اسی پر کیا کہ جو نبی اکرم ﷺ سے سنا تھا اور کسی کو اس جائیداد میں سے بطور وراثت کچھ نہیں دیا حتیٰ کہ اپنی بیٹی بی بی عائشہؓ کو بھی اس میں سے کچھ نہیں دیا اور نہ بی بی حفصہؓ بنت عمرؓ کو کچھ دیا اور نہ باقی ازواج مطرااتؓ کو کچھ بطور وراثت دیا۔ البتہ حضرت سیدہ فاطمہؓ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے راضی کرلیا۔

(سیرت المصطفٰی ﷺ ج ۳ صفحہ ۱۴۹ کاندھلوی)

سیدہ فاطمہؓ صدیق اکبرؓ سے راضی تھی

(اور ہم کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ ناراض نہیں ہوئی ہے کیوں کہ شیعہ کی کتابوں میں ہے کہ ایک دن) سیدہ فاطمہؓ کے پاس سیدنا صدیق اکبرؓ خود تشریف لائے ہیں جب سیدہ کی طبیعت صحیح نہیں تھی تیمارداری کے لئے تشریف لائے پھر وہاں بیٹھےراور کہا کہ میں مجبور ہوں نبی پاک ﷺ کا حکم تھا ورنہ میں آپ کی بات سر آنکھوں پر مان لیتا لیکن اب یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کے دور میں عمل ہوتا تھا اس کو اسی طرح عمل میں لایا جائیگا تو سیدہ فاطمہؓ راضی ہوگئی اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **وذٰلك ان لك مالابيك** آپ کی وہی عزت ہےاور احترام ہے جو آپ کے والد صاحب کا ہم احترام کرتے تھے آپ کے لئے بھی وہی احترام ہے **فكان**

رسول اللہ ﷺ یاخذ من فدك قوتكم ويقسم الباقي ويحمل منه في سبيل اللہ
رسول اللہ ﷺ آپ لوگوں کا اس میں سے قوت (خرچہ) نکال کر باقی فی سبیل اللہ خیرات کرتے تھے **ولك على الله ان اصنع بها كما كان يصنع۔** میں بھی قسم سے کہتا ہوں اورآپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھی اس طرح کرونگا جس طرح آپ ﷺ کیا کرتے تھے **فرضيت بذالك واخذت العهد عليه۔** تو جب سیدہ راضی ہو گئی تو ناراضگی والی بات ہی نہیں رہی۔
(نجہ البلاغہ کی شرح ابن میثم ۱۵۹ جلد۵)

اسی طرح یہی الفاظ **فرضيت بذالك واخذت العهد عليه** یہ الدرۃ النجفیہ ۳۳۲ مطبوعہ تہران پر بھی ہے **وكان يئخذ غلتها فيدفع اليهم منها ما يكفيهم ثم فعلت الخلافاء من بعده كذالك الى عن ولى معاوية ۔۔۔۔**

باغ فدک حضرت علیؓ کے دور میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غلہ دیا نبی پاک ﷺ کے اہلبیت کو جو ان کے لئے کافی تھا یعنی ان کو فدک کی آمدنی سے اتنا وہ دیتے تھے کہ(سال بھرکے لیے) کافی ہوجاتا تھا۔ اور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لے کر حضرت معاویہؓ کے دورخلافت تک چلتا رہا۔ اس کا مطلب ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی اپنے دور خلافت میں یہی کیا۔ اگرپہلے خلفاء نے یہ کام غلط کیا تھا تو حضرت علیؓ نے وہی سلسلہ جاری کیوں رکھا؟ اور اسی طرح کیوں کیا جس طرح پہلے خلفاء نے کیا؟

اس کا مطلب ہے کہ سب کو (اور حضرت علیؓ کو بھی) بات سمجھ آگئی کہ ٹھیک وہ ہی ہے جو حضرت صدیق اکبرؓ نے کیا۔

(دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی متروکہ زمینوں میں سے کچھ حصہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو ملا ہے لیکن متولی کی حیثیت سے جیسے اس بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ) ایک دن حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے کہ آپ ایسا کریں کہ یہ ہمیں دیدیں (حضرت عمر نے) کہا کہ اسمیں تو ورثہ چلتا ہی نہیں میں آپ (حضرات) کو کس طرح دیدوں۔ کہتے ہیں کہ ہم سابھل لیگے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالک نہیں بلکہ متولی بنانا مناسب سمجھا کہ ٹھیک ہے اس میں ملکیت تو نہیں ہے لیکن یوں کردیتے ہیں کہ اس وقف کا متولی آپ کو بنادیتے ہیں لیکن آپ یہ وعدہ کریں کہ جس طرح رسول پاک ﷺ نے عمل کیا آپ اسی طرح عمل کریں گے، جس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عمل کیا آپ اسی طرح عمل کریں گے، جس طرح آج تک میں نے عمل کیا ہے آپ اسی طرح عمل کریں گے، انہوں نے یہ وعدہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باغ اُن (حضرت علیؓ وعباسؓ) کے حوالے کردیا۔ (پھر کچھ عرصے کے بعد یہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے) **فَسَلَّمُوا وَجَلَسُوا، ثُمَّ جَلَسَ يَرْفَا** یرفا، حضرت عمرؓ کے غلام کا

نام ہے پھر اس نے کہا کہ علیؓ اور عباسؓ آنا چاہتے ہیں کیا انہیں اجازت ہے؟ **قَالَ: نَعَمْ،** حضرت عمرؓ نے اجازت دی **فَدَخَلاَ، فَسَلَّمَا فَجَلَسَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ يَا أَمِيرَالمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا،** حضرت عباسؓ نے کہا کہ اے امیرالمومنین میرے اور علیؓ کے درمیان فیصلا کریں۔ اِن کا آپس میں اختلاف ہوگیا تھا۔(جیسا کہ جب ایک جائیداد کے دو منتظم ہوں تو اختلاف رائے کی وجہ سے نزاع کا پیش آنا مستبعد نہیں۔ اسی طرح حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ میں انتظام جائیداد میں اختلاف اورنزاع پیدا ہوا۔ فیصلے کے لیے دونوں حضرت عمرفاروقؓ کے پاس گئے) تو حضرت عباسؓ عُمر میں بڑے تھے حضرت رسول پاک ﷺ کے اور حضرت علیؓ کے چچا ہیں اور حضرت علیؓ بھتیجے ہیں تو بڑی سختی سے آکر کار **اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ الظَّالِمِ** کہتے ہیں کہ ہم اکٹھے چل نہیں سکتے اور ہمارا فیصلا کرو حضرت عثمانؓ اور دوسرے صحابہؓ جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی سفارش کی کہ اے امیرالمومنینؓ آپ اِن کے درمیان میں فیصلا کریں اِن کو ایک دوسرے سے آزاد کردیں یعنی آدھا عباسؓ کودیدیں وہ سابھ لیںاور آدھا علیؓ کودیدیں وہ سنبھالیں۔

حضرت عمرفاروقؓ کا اجتہاد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے سوچا کہ اب اگر اِن کو بانٹ کردیا جائے اگرچہ اِن کو تو پتا ہوگا کہ یہ ہماری ملکیت نہیں ہے لیکن جب یہ بات آگے پہنچے گی تو اس میں شبہ ہو گا کہ یہ **علیٰ سبیل**

تملیک بانٹ کر اِنکو مالک بنایا گیا تھا اور رسول پاک ﷺ کا ورثہ تقسیم ہوا تھا خصوصاً تقسیم بھی اسی طرح کی ہو رہی تھی کہ ایک طرف بیٹی ہے اورایک طرف چچا ہے تو بیبیوں کا حصہ نکال کرباقی ساری ملکیت جو ہوگی اس میں **النصف الواحد** اوربیٹی کا آدھا نکال کر باقی جو ملکیت ہوگی وہ عصبہ(باپ کی طرف سے رشتہ داری) میں حضرت عباس کے پاس چلی جائے تو بظاھر شکل بھی مشابہ سے نظر آرہی تھی کہ اِن کو آدھا آدھا تقریباً دیدیا جائے تو لگتا یہ تھا کہ گویا یہ تملیک ہوئی حضرت عمرؓ نے یہ تشکیک قبول نہیں فرمائی کہ یوں دینے سے لوگ شک میں پڑیں گے کہ نبیؐ کا ورثہ تقسیم ہوا۔ تو حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ سنبھال سکتے ہیں تو دونوں سابھ لیں نہیں سابل لسکتے تو آپ چورڑیں ہم خود ہی سابھل لینگے (یعنی) سرکار خود ہی سنبھال لے گی۔ اور آپ اگر سنبھال سکتے ہیں توآپ اسکے متولی بنے رہیں اوراگر سنبھال نہیں سکتے تو آپ ہمارے حوالے کردیں ہم کسی اور کو دیدیگے پھر وہ خاموش ہو گئے۔ تو حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی اسی طرح چلتا رہا اور حضرت علیؓ کا اپنا دور آیا اُس خلافت کے دور میں بھی انہوں نے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ اور اُس کی تملیک کرکے اُس کو تقسیم نہیں کیا۔

کیا حضرت ابو بکرؓ نے ورثہ نہیں دیا؟

اعتراض۵

کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیقؓ نے (بی بی فاطمہؓ کو) نبی پاک ﷺ کا ورثہ نہیں دیا؟

جواب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ورثہ نہیں دیا تو کیا ضد سے نہیں دیا؟ اکڑ کر نہیں دیا؟ کیا سختی سے پیش آئے؟

یا اپنی مجبوری ظاہر کی اور نبی کریم ﷺ کی حدیث سنائی اور بڑے اخلاق سے اپنے ذاتی مال کی پیشکش فرمائی۔ اگرچہ یوں ہی جڑاک دیا ہوتا تو وہ غلط تھا لیکن اگر حدیث سنائی ہے اور وہ حدیث بھی صحیح ہے کہ **معشر الانبیاء** کا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا۔ پھر تو ابو بکر صدیقؓ کا کوئی جرم نہیں ہے اور یہ حدیث صحیح بھی ہے اور یہ شیعہ کی کتاب اصول کافی (جلد اول صفحہ ۱۷) میں بھی موجود ہے اور بخاری میں بھی موجود ہے نیز بخاری میں یہ حدیث بھی موجود ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ وعباسؓ کو قسم دیکر پوچھا **هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذَلِكَ؟ قَالاَ: نَعَمْ** کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا تھا؟ «**لاَ نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ**» تو دونوں نے کار بخدا بے شک ایسا ہی فرمایا تھا (صحیح بخاری) تو مسلمانوں کے بھی ہاں اور شیعوں کے بھی ہاں یہ مسلم ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کا اہل بیتؓ سے محبت کا اظہار

حضرت ابو بکرؓ نے حدیث سنائی ہے اور یہ نبی پاک ﷺ کا فیصلہ ہے حضرت ابو بکرؓ کا اپنا نہیں۔ اور اپنی طرف سے جو انہوں نے پیار کا اظہار کیا اور اپنی ذاتی مال کی جو پیشکش کی ہے یہ تو حضرت صدیق اکبرؓ کی تعریف ہے اس بات کو شویں نے حق الیقین میں ذکر کیا ہے ورنہ صدیق اکبرؓ بتا دیتا کہ یہ نبی پاک ﷺ کا فیصلہ ہے یہ نہیں ہو سکتا یہ کہہ سکتا تھا لیکن نہیں کہا اور پھر یہ کہنا کہ میرا ذاتی مال جو کچھ ہے اس میں آپ کو مکمل اختیار ہے۔ میں آپ کو مالک بناتا ہوں جو چاہیں وہ کریں۔ یہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی (اہل بیت سے) محبت اور عقیدت اور پیار کا اظہار ہے اور ساتھ ہی آپ تو ایک حدیث سناتے ہیں دوسری کوئی اور بات نہیں کہتے۔ دوسرا آپ پیار کا اظہار فرماتے ہیں اور اپنی ذاتی ملکیت میں تصرف کا حق دیتے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ کیا خود وہ اس پر قبضہ کرتے ہیں؟ یا اپنے تصرف میں لاتے ہیں؟ نہیں بلکہ اس میں حضرت صدیق اکبرؓ کا وعدہ یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ عمل کرتے تھے میں بھی اسی طرح عمل کرتا رہوں گا۔ تو اس میں کون سی کوتاہی والی بات ہے اور پھر اسی طرح عمل کرتے بھی رہے تو اس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کوئی طعن بنتا ہی نہیں۔

ناراضگی کی بات بخاری میں

اعتراض٦

ناراضگی والی بات اہلسنت کی کتابوں میں بھی ہے؟

جواب:

یہ روایت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے اور دیگر صحابہ سے بھی ہے لیکن یہ جو ناراضگی والی بات ہے یہ صرف اور صرف اُس روایت میں آتی ہے جہاں زہری صاحب موجود ہیں، جہاں یہ راوی موجود ہے اُس روایت میں ناراضگی والی بات آتی ہے اور جس روایت میں یہ راوی نہیں ہے وہاں ناراضگی والی بات بھی نہیں ہے۔ جبکہ روایت کئی صحابہ سے اور کئی کتابوں میں کئی سندوں سے موجود ہے تو مدار زہری پر ہے کہ جس روایت میں یہ ہے وہاں ناراضگی کی بات ہے اور جہاں زہری نہیں ہے وہاں ناراضگی بھی نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات زہری سے شروع ہے پھرزہری کو یہ عادت بھی تھی کہ حدیث کی تشریح بھی ساتھ کرتا جاتا تھا اوراپنا تبصرہ بھی۔ جس طرح مقرر یا خطیب نبی پاک ﷺ کے الفاظ کے ساتھ اپنی تشریح اور تبصرہ بھی کردیتا ہے اس طرح زہری صاحب بھی کرتا تھا جس کی وجہ سے دوسرے محدثین اس کو سمجھاتے تھے کہ دیکھیں! آپ یہ حرکت نہ کیا کریں، فقارء کرام خصوصاً حضرت ربیعؒ ان کو سمجھاتے تھے کہ دیکھو ہم بات کرتے ہیں اپنی طرف سے اپنا اظہارخیال کرتے ہیں مسئلہ بتاتیں ہیں پھر کوئی مانے یا نہ مانے۔ لیکن تو بات کرتا ہے نبی پاک ﷺ کی اور تو

بات کرتا ہے حدیث کی یہ احتیاط کیا کر۔ اور اپنے کلام میں اور کلام منقول میں ذرا فرق رکھا کر۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کی عادت تھی ادراج کی، تو پھر یہ روایت مدرج ہے یعنی جو بات ہے ناراضگی کی عدم تکلم کی۔ یہ ادراج ہے اور ادراج ہے زہری کا۔ پرد زہری کے ادراج پر قرینہ یہ ہے کہ یہ روایت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے اور اس طرح ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ فَاطِمَةَ وَالعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ ۔۔۔۔چلتے چلتے آگے جب بات ختم ہورہی ہے ۔۔۔۔ **إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا المَالِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللهِ لاَ أَدَعُ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهِ إِلَّا صَنَعْتُهُ**،۔۔۔۔ حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جو بات میں نے نبی پاک ﷺ کو اس میں کرتے دیکھا ہے اس کو چھوڑوں گا نہیں اسی طرح کرتا رہونگا **قَالَ: فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى مَاتَتْ**

قَالَ کہنے والا کون ہے؟

اب سوال ہے کہ یہ **قَالَ** کہنے والا کون ہے؟ کیوں کہ اگر حضرت اما عائشہؓ کہتی تو **قالت** ہوتا۔ اور روایت میں تو **قال** ہے

تو اس کا مطلب صاف ہے کہ یہ معمرراوی کہہ رہا ہے کہ قال الزھری ورنہ سیدہ عائشہ کی روایت ہے اگرسیدہ عائشہؓ کا قول ہوتا تو قالت ہوتا۔ یہ قرینہ صاف بتا رہاہے کہ یہ قول زھری کا ہے اور زھری وہاں

موجود بھی نہیں تھا اور نہ ہی اس معاملہ میں اُس کی بات حجت ہے۔ یہ اُس کا اندازہ ہے جو غلط بھی ہوسکتا ہے اور یہ روایت نہیں ہے بلکہ زھری کا اندازہ ہے اور راوی کا اندازہ ماننا ہمارے لیے ضروری نہیں۔ جبکہ دوسرے قرائن سیدہ فاطمہؓ کے رضامند ہوجانیکے موجود بھی ہو اور ناراضگی ماننے میں سیدہ فاطمہؓ کی توہین بھی ہوتی ہو، کہ نعوذباللہ مال کی محبت میں سیدہ فاطمہؓ اتنی آگے تھی کہ حدیث سن کر ناراض ہوگئیں؟ سیدہ کے متعلق یہ بات نہیں مانی جاسکتی، اس لئے زھری کی یہ رائے ماننا کوئی ضروری نہیں ہے اور یہ الفاظ **قَالَ: فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى مَاتَتْ** نہ قرآن کے ہیں اور نہ ہی یہ الفاظ حدیث کے ہیں اور نہ ہی اُس دور کے حاضر مجلس کے لوگوں کی گواہی ہے بلکہ بعد والے ایک راوی کا اپنا ایک اندازہ ہے جو غلط بھی ہو سکتا ہے اگر قرائن اسکے رد پر نہ ہوتے تو صحیح بھی ہوسکتا تھا۔

اعتراض ۷

قرآن کریم میں ہے کہ **يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ (النساء۱۰)** یہ آیت ورثہ کے تقسیم کی ہے اس میں بیٹی کا حصہ بتلایا گیا ہے تو یہ عام ہے اور سب کے لئے ہے تو نبی کے لئے بھی ہے، تو نبی پاک ﷺ کا بھی ترکہ تقسیم ہونا چاہیے تھا؟

جواب

اس کا جواب ہے کہ **یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی أَوْلَادِکُمْ** والی آیت یا تقسیم میراث کی جو بھی آیات ہیں ان کو سنت کی روشنی میں دیکھا جائیگا **یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی أَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَیَیْنِ** یہ آیت اپنے عموم پر نہیں ہے کیوں کہ آگے جتنے بھی حقوق بتلائے جارہے ہیں کہ اولاد کے یوں، باپ کے یوں، دادا کے یوں، اس میں کوئی قید نہیں ہے اورشیعہ بھی کہتے ہیں کہ اختلاف دین سے ورثہ نہیں چلتا۔ یعنی باپ اگر کافرہوتو وارث نہیں بنے گا۔ اولاد اگر کافر ہو تو وہ وارث نہیں بنے گی۔مطلب یہ کہ اختلاف دین سے ورثہ نیں‌و چلتا۔ جبکہ اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے اسی طرح قاتل اور مقتول کے درمابےن بھی ورثہ نہیں چلتا حالانکہ آیت میں اس کا ذکر بھی نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت اپنے عموم پر نہیں ہے اور جب عام مخصوص من البعض ہوجائے تو اس میں آگے امکان تخصیص باقی رہتا ہے پھر اس میں تخصیص خبر واحدکے ساتھ بھی جائز ہے اگر ایک تخصیص مضبوط ہوگئی قطعی تو پھر خبر واحد کے ساتھ تخصیص جائز ہے۔ تو یہاں پر یہ تخصیص اختلاف دین والی اور قاتل مقتول والی شیعوں کے ہاں بھی مسلم ہے۔ (اسی طرح کئی آیات ہیں جن کا حکم عام ہے لیکن رسول اکرم ﷺ اس حکم میں شامل نہیں ہیں اوراس سے مستثنیٰ ہیں جیسے یہ آیت **فَانْکِحُوا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَیٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ** جس کا مفونم یہ ہے کہ چار بیویاں کرنا جائزہے اوریہ حکم عام ہے۔ لیکن اس میں رسول اکرم ﷺ

شامل نہیں ہیں کیونکہ رسول کریم ﷺ کے نکاح میں نو گھروالیاں یعنی اہلبیت تھیں۔ اسی طرح **یُوصِیکُمُ اللّٰہُ** کی آیت سے آپ ﷺ مستثنیٰ ہیں) تو جب یہ آیت مخصوص من البعض ہے تو وہ حدیث جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیش کی اُن کے لئے قرآن کی طرح یقینی تھی۔ کیونکہ دوسرے نمبر پر جو "حدیث" کو کہتے ہیں وہ تو اس لیے کہ راویوں کی وجہ سے اُسکی حیثیت اوپر نیچے ہوجاتی ہے، لیکن جب نبی کے سامنے بیٹھ کر جو کوئی نبی سے الفاظ سن لے تو جس طرح قرآن اس کے لئے واجب العمل ہے اسی طرح حدیث بھی اسکے لیے واجب العمل ہے تو پھر اس آیت کی تخصیص اس حدیث کے ساتھ صدیق اکبرؓ کے سامنے واضح تھی۔

اعتراض۸

جب ورثہ کی بات نہیں چلی تو اب کہتے ہیں کہ نہیں جی وہ ورثے کی بات نہیں ہے اصل میں وہ ہبہ تھا۔

جواب

ہم کہتے ہیں کہ اگر ہبہ تھا تو ہبی کے لے ی قبضہ شرط ہے۔ اول تو ہبا ثابت نہیں ہے اگر ہبہ ثابت ہوجائے تو اسکے لیے قبضہ شرط ہے جب وفات سے پہلے قبضہ ہی نہیں دیا گیا تو یہ ہبہ تو نہیں ہوا۔

باغ فدک کس کی ملکیت تھی؟

سوال

باغ فدک کس کی ملکیت تھی؟

جواب

فدک ایک چھوٹے گاؤں کا نام ہے جو خیبر کے نواح میں تھا اور یوکدیوں کے قبضہ میں تھا۔ جب نبی کریم ﷺ فتح خیبر سے واپس ہوئے تو محیصہؓ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا۔ اس بستی کا سردار یوشع بن نون نام کا ایک یوںدی تھا۔ یوسدیوں نے حضور ﷺ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور صلح کے عوںض فدک کی آدھی زمین دَینی منظور کی۔ اس وقت سے یہ باغ اسلام کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ یہ جائیداد قبضہ اسلام میں بغیر لڑائی کے بطور صلح کے آئی تھی۔ اس لیے اسے **فئی** کہتے ہیں اورفئی کے متعلق جو حکم قرآن پاک میں ہے وہ ہی قابل عمل ہو گا۔ (آفتاب ہدایت۳۲۳) باغ فدک رسول پاک ﷺ کی اپنی ذاتی ملکیت نہیں تھا۔ بلکہ آپ ﷺ اس کے متولی تھے۔ متولی کو تو حق نہیں ہے کہ وہ آگے تقسیم کرکے دیں یا کسی کو تملیک کرکے دیں۔ آپ ﷺ خود اسکے متولی ہیں۔کیونکہ جو اس کا استحقاق بتایا گیا ہے وہ مال فئی کاہے۔ اور مال فئی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْؕ** (الحشر۷) **لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ** (الحشر۸) یعنی ماجرین کا بھی حق ہے **وَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ** (الحشر۹) اورسارے

انصار کا بھی حق ہے **وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ** (الحشر ۱۰) اور جو بعد میں آئینگے ان کا بھی حق ہے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کا۔ تو اب جب قیامت تک آنےوالی امت کا حق ہے اس کا مطلب ہے کہ یہ بیت المال کی چیز ہے۔ نبی پاک ﷺ کی ذاتی ملکیت نہیں ہے جب ذاتی ملکیت نہیں ہے توبات لینے دینے والی نہیں رہی۔ وہی ہے جس طرح آپ ﷺ تصرف فرماتے تھے بحیثیت متولی کے اسکی حیثیت اسی طرح ہی رہے گی آپ ﷺ کے بعد بھی۔

سوال

کیاحضرت فاطمہؓ کوپہلے اس حدیث کی خبر نہیں تھی؟

جواب

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آیت کے عموم پر اور عام مسلمانوں کے قیاس پر یہ سوال کیااور اس روایت کا انہیں علم نہیں تھا تو اس میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

اور میں تو ایک اور بات عرض کرتا ہوں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوحدیث کاعلم بھی ہو گا۔ ممکن ہے کہ انہوں نے صرف اس بات کا اظہار کرنا چاہا کہ ابو بکر صدیقؓ طبعاً بہت نرم ہیں مزاج کے حساب سے بہت نرم ہیں کوئی یہ نہ کہے کہ ابو بکرؓ سے مداھنۃ (غلطی) ہوگئی دینی معاملات میں کہ کسی کے کہنے سے غلط بھی فیصلہ کردیگے ع۔ سیدہ فاطمہؓ نے یہ مانگ کر اور یہ معاملہ واضح کروادیا کہ ابو بکرؓ اگر رعایت کرتے تو ہماری کرتے عملاً صرف یہ بات ظاہر کرنی تھی کہ ابو بکرؓ

جب ہماری رعایت نہیں کرتے تو کسی اور کی بھی نہیں کر سکتے جو فیصلہ کرینگے وہ حق اور سچ ہی ہو گا جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے رضا کے مطابق ہو گا۔

سیدہ فاطمہؓ کی کرامت

پھر یہ ابو بکر صدیقؓ کی کرامت اور سیدہ فاطمہؓ کی کرامت بھی ہے کہ شوعہں کے مذہب میں ہے کہ جو خلیفہ برحق نہ ہو حاکم برحق نہ ہو اس کے پاس کیس لے کر جانا ہی حرام ہے اگر اس نے فیصلا کر بھی دیا اگر چہ اپنا حق دلوا تبٔب بھی حرام ہے **یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ** (النساء آیۃ ٦٠) اس آیت پر شیعہ کے تمام تفسیروں میں یہ بات لکیا ہوئی ہے۔ (تفسیر الصافی مترجم ج۲ ص۳۱۵) اب ہم شیعہ سے سوال کرتےہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ برحق تھے یا نہ تھے؟

اگر خلیفہ برحق نہ تھے تو سیدہ فاطمہؓ اُن کے پاس یہ کیس کیوں لیکر آئیں تھی؟

اگر حضرت ابو بکرؓ دیتے تو وہ لیتی یا نہ لیتی اگر لیتی تو حلال تھا یا حرام تھا؟

کیونکہ اگر خلیفہ برحق نہ ہو تو پھر یہ حرام ہو تا ہے اس کا مطلب ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ برحق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سیدہ فاطمہؓ کے دل میں ڈالا کہ اس طریقے سے بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت حقانیت کا بھی اعلان ہو جائے۔ (اگر سیدہ فاطمہ یہ سوال نہ کرتی تو ممکن تھا کہ لوگ یہ خیال کرتے کہ حضور کریم ﷺ کی وراث بھی باقی لوگوں کی طرح تقسیم ہو گی اور اس کے ساتھ ساتھ سیدہؓ نے اپنی اولاد وورثاء کیلئے بھی اپنی موجودگی میں یہ فیصلہ کرا کر واضح کرا دیا تا کہ میری اولاد کبھی میرے بعد اموال رسول میں میراث رسول حاصل

کرنے کی سعی (کوشش) نہ کرتی رہے۔ یا سیدہؓ نے صدیق اکبرؓ کے خیال وارادہ کی تحقیق کرنا چاہتی تھیں کہ حضور کریم ﷺ کی طرح یتمیٰ مساکین اور بنی ہاشم وغیرہ مستحقین پر خرچ کریں گے یا کوئی طرز جدید اختیار کریں گے جب صدیق اکبر نے یہ کہا کہ میں بعینہٖ اسی طرح کروں گا جس طرح آنحضرت ﷺ کرتے تھے تو سیدہ مطمئن اور خوش ہو گئیں (ازالۃ الشک عن مسئلۃ فدک از علامہ تونسویؒ)

(ان روایتوں سے بالکل واضح پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ فدک کے مال میں سے جس قدر اہل بیت کو ضرورت ہوتی بھجوایا کرتے تھے اور باقی آمدنی کو دوسرے ضرورتمندوں حقداروں میں تقسیم کرتے تھے اور حضرت عمر فاروقؓ کا بھی طریقہ یہی تھا اور حضرت عثمان غنیؓ کا اور خود حضرت علیؓ کا بھی طریقہ یہی تھا اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے طریقے سے کسی ایک کو بھی اختلاف نہیں تھا بلکہ سب اس کو ٹھیک اور شریعت کے مطابق سمجھتے ی تھے

سوال

آل رسولؐ اور مالی حقوق کے عنوان کے تحت فریقین کی کتابوں سے جو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آل رسولؐ کے ان حقوق کو ادا کیا ہے اور خصوصا فدک کی آمدنی سے آل نبی کے تمام اخراجات کو پورا کرتے تھے ساتھ ہی بخاری کی بعض روایات میں لکھا ہے **فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا**، یعنی حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے اپنے حق کا مطالبہ کیا ہے تو حضرت ابو بکرؓ نے بی بی فاطمہؓ کا مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو یہ چیز اس ثابت شدہ امر کے

بالکل برخلاف ہے وہاں ادائیگی حق کا اقرار ہے اور اس جملہ میں حق ادا کرنے سے بالکل صاف انکار ہے اس تضاد بیانی اور تعارض روایت کا کیا حل ہے ؟

جواب

جن روایات میں حضرت فاطمہؓ نے خلیفہ بلافصل حضرت ابو بکر صدیقؓ سے متروکہ مال نبوی کا مطالبہ کیا ہے اس نوع کی سب روایات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ کو مخصوص نوعیت یعنی میراث کی شکل میں ادا کرنے سے حضرت ابو بکرؓ نے انکار کیا ہے مطلقاً حق ادا کرنے سے انکار نہیں کیا ہے۔ آسان لفظوں میں اسی طرح ہے کہ حضرت فاطمہؓ اپنے خیال میں نبی کریم ﷺ کے متروکہ مال میں سے بطور وراثت اپنا حق طلب کرتی تھیں اور حضرت ابو بکر صدیق نے اس فرمان نبوی ﷺ کو **لَانُورَثُ، مَاتَرَکْنَا صَدَقَةٌ** (کہ ہمارے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ اور وقف ہوتا ہے) پیش کر کے بطور وراثت تقسیم کر دینے سے انکار کیا ہے سرے سے ان کو حق ادا کرنے سے منع نہیں کیا ہے۔

اس چیز پر قرائن و شواہد خود روایت میں موجود ہیں جو غور کرنے سے معلوم ہو رہے ہیں

① پہلا قرینہ یہ کہ روایات ھٰذا میں درج ہے کہ صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ **إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ** (ضرور بالضرور آل محمد اسی مطلوبہ مال سے کاتی رہے گی)

② دوسرا یہ کہ صدیق اکبرؓ کہتے ہیں کہ میں ان اموال میں نبی کریم ﷺ جیسا عمل یقیناً جاری رکھوں گا(**وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**)اور مسلم چیز ہے کہ حضور ﷺ کا عمل حق ادا کرنے کا عمل تھا نہ کہ حق کو روکنا اور منع کرنا تھا۔

③ تیسرا یہ کہ صدیق اکبرؓ حلف وقسم کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی قرابت ورشتہ داری مجھے اپنی رشتہ داری سے زیادہ محبوب ہے **وَاللّٰهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي**)

اور ظاہر ہے کہ رسول ﷺ کے رشتہ داروں کو حقوق ادا کرنے کی صورت میں یہ اپنی قسم میں صادق ہوسکتے ہیں نہ کہ دوسروں کا حق ضائع کردینے سے۔

اسلامی دنیا یہ تسلیم کرتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے اقوال میں اعمال میں وعدہ کے وفا کرنے میں سچے وصادق تھے تب ہی تو آپ کو صدیق کا لقب عطا ہوا ہے بہر کیف حضرت ابو بکرؓ نے جو وعدے کیے ہیں وہ یقیناً پورے کئے ہیں اور آل رسولؐ کے حقوق مکمل طرح ادا کئے ہیں اور آل رسولؐ کو ادائیگی حقوق کے لحاظ سے ہر مرحلہ پر مقدم رکھا ہے اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے اور جہاں ابو بکر صدیقؓ کی طرف سے انکار کا ذکر ہے وہاں تقسیم وراثت کی صورت میں انکار کیا ہے مطلقاً حق کو ادا نہ کرنا یا ضائع کر دینا ہرگز مراد نہیں ہے ۔)

اور اس بات کی گواہی بھی آل رسول ﷺ کے ایک گوہر نایاب سیدنا حضرت زید بن علیؒ دیتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فدک کے بارے میں جو کچھ کیا وہ شریعت کے ہی مطابق کیا (البدایہ والاے یہ صفحہ ۲۸۹ جلد ۵)

اگر فدک کو عمل رسول مقبول ﷺ کے مطابق رکھنا ناحق اور ناجائز تھا تو اس میں حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ حضرت علیؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ اور حضرت زید بن علیؒ سب کے سب شریک ہیں۔

وآخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین